جولائی 2022

ماہنامہ

سبق پھر پڑھ

لاہور

بیاد

بابائے خلافت، چودھری رحمت علی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ

مدیرِ مسئول

ال عمران چوہدری

دارالسّلام

تمام مسلم ممالک کو ملا کر کُرّۂ ارض پر معرضِ وجود
میں آنے والی عظیم تر اسلامی مملکتِ واحدہ کا نام

الخلافۃ
تحریک عظمتِ اسلام

لٹریچر دستیاب ہے (بالکل فری)

آپ اپنی تعلیم، پتہ اور دنیا میں دینِ حق کو سر بلند کرنے میں آپ کی تڑپ کے متعلق ایک مختصر جملہ بھیج کر درج ذیل لٹریچر مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ خرچہ ڈاک بھی بذمہ ادارہ ہوگا۔

نام	صفحات
1- اسلام پر کیا گزری	16
2- نظامِ خلافت ہی کیوں؟	16
3- ہماری سمت درست نہیں	16
4- خلافت، فیوض و برکات	08
5- ہمارا تعارف اور ہدف	04

نوٹ:

1- ان پمفلٹس کا صرف ایک سیٹ منگوا سکتے ہیں۔

2- پتہ صاف ستھرا اور واضح لکھیں تا کہ ڈاک کا مسئلہ نہ ہو۔

3- خود بغور پڑھیں اور آگے کسی دوسرے کے حوالے کریں۔

4- طلبا و طالبات کو ترجیح دی جائے گی۔

ملنے کا پتہ: دارالسلام (4 - 29 / B) واپڈا ٹاؤن لاہور موبائل: 8425428 - 0300

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر
سجدوں سے تیرے کیا ہوا صدیاں گزر گئیں
دنیا تیری بدل دے وہ سجدہ تلاش کر

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

بَلِّغْ

مَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ

مُدیر

چودھری رحمت علی مرحوم بابائے خلافت

نوٹ

1۔ عطیات وواجبات بینک الحبیب لمیٹڈ کی برانچ واپڈا ٹاؤن، لاہور کے اکاؤنٹ نمبر 4-01-101 0040-0081-000 میں جمع کروائیں۔

2۔ ’’سبق پھر پڑھ‘‘ کی مطلوبہ کاپیاں خرید کر آپ اپنے ہاں مفت یا قیمتاً تقسیم کر کے اشاعتِ دین کے فرضِ منصبی سے عہدہ براء ہو سکتے ہیں۔

3۔ ادارہ کا مضمون نگار سے کلی طور پر اتفاق ضروری نہیں۔

زرِ تعاون

فی شمارہ :-/30 روپے
سالانہ :-/300 روپے

بیرونِ پاکستان منگوانے کے خواہشمند حضرات علیحدہ رابطہ کریں۔

اے اللہ! ہمیں وہی کام کرنے کی توفیق عطا فرما جو مسلمانانِ عالم کو دنیا میں بالا کر دیں، جو تیرے دین کو غالب کر دیں

سبق پھر پڑھ

ماہنامہ لاہور۔ پاکستان

جلد:30 شمارہ 07 ذوالحجہ 1443ھ جولائی 2022ء

اس شمارے میں

☆ اداریہ: اسبابِ زوال ---------------- 04
☆ طاغوت کی غلامی سے نجات مگر کیسے؟ ---------- 06
☆ تُو آئے تو لگتا ہے اپنی بھی سحر ہو گی! ---------- 15
☆ امت کا رخ بدل ڈالیں ---------------- 23

مقامِ اشاعت

چودھری ال عمران پبلشر نے میٹرو پرنٹرز سے چھپوا کر دارالسلام واپڈا ٹاؤن، لاہور سے شائع کیا

CPL NO. 91

CPL NO. 91

اسبابِ زوال

اداریہ......ایوب بیگ مرزا

امتِ مسلمہ کی واضح اکثریت کا اس مسئلہ پر اتفاق ہو چکا ہے کہ سویڈن کے ایک بدنہاد کا قرآن پاک کو جلانا‘ اس سے پہلے ڈنمارک اور فرانس میں خاکے شائع کر کے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی توہین کرنے کی ناپاک جسارت کرنا‘ کچھ افراد یا کچھ اداروں کی ذہنی تخلیق نہیں بلکہ عیسائی دنیا کی اسلام کے خلاف شروع کردہ جنگ کا باقاعدہ ایک حصہ ہے اور یہود و نصاریٰ یک جان دو قالب ہو چکے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ سب کچھ عالمی سطح پر گریٹ گیم کا حصہ ہے۔ امریکہ کا سابق صدر جونیئر بش بھی اس گیم کا ایک پرزہ تھا جس کے منہ سے سچ نکل گیا تھا جب اس نے نائن الیون کے بعد ’’کروسیڈ‘‘ کا لفظ منہ سے نکالا۔

پھر یہ کہ نیو ورلڈ آرڈر کی اصطلاح کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہ بظاہر خوبصورت اصطلاح لگتی ہے لیکن مطلب واضح ہے کہ اب دنیا میں وہ ہوگا جو ہم چاہیں گے۔ اس دنیا میں ہماری مرضی کے خلاف کچھ نہیں ہو سکے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اب چونکہ وہ دور نہیں رہا کہ کوئی طاقتور ملک فوج کو لے کر نکلے اور ملک پر ملک فتح کرتا چلا جائے۔ اس لیے کہ کسی طاقتور ملک کا کمزور ملک کو فتح کرنا تو آسان ہے‘ لیکن اُس پر قبضہ برقرار رکھنا نہ تو سیاسی طور پر ممکن ہے نہ اقتصادی طور پر ہی قابل قبول عمل ہے۔ سرخ سامراج اس کوشش میں پہلے ہی قدم پر افغانستان میں دم توڑ گیا تھا‘ البتہ سفید سامراج بہت عیار اور مکار ہے۔ دوسری جنگ عظیم نے برطانیہ کا بھرکس نکال دیا تھا۔ انگریز نے مصلحت بینی سے کام لیتے ہوئے اپنی سرحدوں میں سمٹ جانے میں عافیت سمجھی اور امریکا‘ جو ایک نئی طاقت کی حیثیت سے ابھر رہا تھا‘ کا دامن تھام لیا۔

عجب بات یہ ہے کہ صرف نصف صدی یا پون صدی پہلے باہم دو عظیم جنگیں لڑنے والے یورپ کے عیسائی متحد ہو کر یورپی یونین بنا چکے ہیں اور امریکا ان کے مفادات کے تحفظ کے لیے ان کے سرپرست کا رول ادا کر رہا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے اس انتہائی طاقتور اتحاد کا ہدف یہ ہے کہ مسلمانوں کو

اشتعال دلا کر میدان میں کھینچ کر لایا جائے اور منتشر و منقسم عالم اسلام کو نیست و نابود کر دیا جائے یا اپنی طاقت کے بل بوتے پر اسے اس سطح پر لایا جائے کہ وہ مکمل طور پر اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کی غلامی کو قبول کر لیں۔ جس میں وہ ہر طرح سے کامیاب ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس المیے سے کیسے نکلا جائے کیونکہ یہود و نصاریٰ اسلام کے خلاف متحد ہو چکے ہیں۔ عالم اسلام ان کی ٹھوکروں کی زد میں ہے۔ ہماری رائے میں اس حالت میں ہتھیار اٹھا کر دشمن پر پل پڑنا جبکہ طاقت کا زبردست عدم توازن ہے' یقیناً قبل از وقت ہے۔ جلسے جلوس کے انعقاد سے جذبات کا اظہار تو ہو جائے گا اور لوگ بھڑاس بھی نکال لیتے ہیں لیکن عملی طور پر کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا اور نہ ہم مستقبل میں ہی چارلی ایبڈو جیسے چیتھڑے کو توہین سے روک سکیں گے۔ ہمیں غور کرنا ہوگا کہ ہم اگر ماضی میں مضبوط و توانا تھے تو کیوں تھے اور اگر آج کمزور و ناتواں ہیں تو کیوں ہیں؟ تاریخ کا جائزہ لیں دنیا میں کوئی قوم اتنا طویل عرصہ تک سپریم پاور آف دی ارتھ نہیں رہی جتنا طویل عرصہ امت مسلمہ رہی ہے۔ وجہ جاننا ہوگی کہ ایسا کیوں تھا اور پھر اس کے لیے وہی کچھ کرنا ہوگا جو ہمارے آباء کرتے تھے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ جس کتاب اللہ کی وہ بے حرمتی کرتے ہیں مسلمان اسی کتاب کو اپنا امام بنائیں' ذاتی و اجتماعی سطح پر قرآن و سنت کے فراہم کردہ نظام کو اپنا لیں۔ اسی طرح جناب نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کا سب سے مؤثر جواب یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنی زندگی میں نبی کریم ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج ہماری گاڑی پٹڑی سے اتر چکی ہے۔ ہم اپنے دین سے اتنے دور ہو چکے ہیں کہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اکثریت کی حالت یہ ہے کہ نام کے سوا کوئی شے مسلمانوں کی سی نہیں ہے۔ یہ دین اسی طرح قائم کیا جا سکے گا جیسے آغاز میں اللہ کے رسول ﷺ نے اسے قائم کیا تھا۔ یعنی غلبۂ دین کے لیے منہج نبوی ﷺ کو اپنانا پڑے گا۔ قرآن پاک کو مسلمانوں کے اذہان و قلوب میں اتارنا پڑے گا اور اس کے دیے ہوئے نظام کو من و عن عملی طور پر نافذ کرنا ہوگا۔ جب اللہ کا دامن تھامیں گے تو غیب سے مدد اترے گی' یقیناً اسی طرح جیسے میدانِ بدر میں اتری تھی۔ مسلمان روحانی طور پر مضبوط ہوں گے تو ان کا جسمانی اور دنیوی لحاظ سے مضبوط ہونا منطقی اور فطری ہوگا اور جب دشمن دیکھے گا کہ کسی ناپاک جسارت کا دندان شکن جواب آ سکتا ہے۔ اینٹ کا جواب پتھر سے مل سکتا ہے تو وہ کبھی ایسی جرأت نہیں کرے گا۔ آخر مسلمانوں کے دورِ عروج میں کسی کی کیوں جرأت نہ ہوتی تھی کہ وہ قرآن جلائے (معاذ اللہ) یا ہمارے

محبوب پیغمبر کی توہین کرے۔ آج بھی اگر اُمت مسلمہ اس مقام پر فائز ہو جائے تو کوئی کافر فرد یا حکومت ایسی شنیع حرکت کی جرأت نہیں کرے گا' ان شاء اللہ۔

طاغوت کی غلامی سے نجات مگر کیسے؟

(سورۃ الحدید کی ابتدائی آیات کی روشنی میں)

اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کی ذمہ داریوں کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلی چھ آیات میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا تذکرہ ہے تاکہ جب اس کے تقاضے ہمارے سامنے آئیں تو اندازہ ہو کہ کس ذات کی طرف سے یہ تقاضے ہیں' کس کی طرف سے دعوت ہے۔ دنیا میں بہت ساری دعوتیں اور تقاضے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ہم ہر ایک کو قبول نہیں کرتے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر نہ کیے تو کچھ نہیں ہوگا لیکن یہاں جو دعوت ہے' جو تقاضے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں کہ جن کو نظر انداز کیا جائے۔ البتہ تقاضے بعد میں آرہے ہیں پہلے بتایا جارہا ہے کہ یہ تقاضے کس کے ہیں۔ چنانچہ پہلی چھ میں سے دو آیات میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا ذکر ہے کہ کائنات میں ہر شے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔ پھر ذکر آیا تھا کہ اللہ العزیز اور الحکیم ہے۔ کل اختیار بھی رکھتا ہے' البتہ وہ اپنا اختیار کمال حکمت کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔ یہ بھی ذکر آیا تھا کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ کے لیے ہے۔ یہ تصور آج امت بھول چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف خالق اور رب نہیں ہے بلکہ وہ حاکم اور مالک بھی ہے۔ اس زمین پر حکم اسی کا چلنا چاہیے لیکن آج ہم غیروں کے حکم پر Compromise کیے بیٹھے ہیں اور غیر ہمارے فیصلے کر رہے ہیں حالانکہ اس اُمت کو اس دنیا کے فیصلے اللہ کی حاکمیت کے تحت' اس کے تقاضوں اور اس کی شریعت کے مطابق کرنے کے

لیے اُٹھایا گیا تھا لیکن یہ تصور آج امت کے دماغوں سے اٹھ چکا ہے۔ بہرحال اس کا ذکر مزید بھی آگے آئے گا۔ فرمایا گیا کہ:

﴿ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴾(الحدید :2)

''وہی زندہ رکھتا ہے' اور وہی مارتا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

یہ جملہ بھی بڑا قیمتی ہے۔ یعنی تم اگر مصائب کا شکار ہو تو مایوس نہ ہو جاؤ' آج غیروں کی غلامی میں جکڑے ہوئے ہو تو مایوس نہ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں غلامی سے آزادی عطا کرنے پر قادر ہے لیکن اس پر توکل تو کرو اور اس کی طرف اپنی نگاہ تو رکھو۔ اس سے اپنے معاملات درست تو کرو۔

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

آج ساری اُمیدیں امریکہ' ورلڈ بنک' آئی ایم ایف سے ہیں' سامراجی اور طاغوتی قوتوں سے ہیں۔ ہمارے اکثر حکمران دعوے کرتے رہے کہ کشکول توڑیں گے مگر بجائے ٹوٹنے کے کشکول پھیلتا چلا گیا۔ بس لے دے کے پٹرول کی قیمت بڑھانے کا معاملہ پس وپیش سے کر دیا جاتا ہے۔ یہ سارے فیصلے کب کرنا پڑتے ہیں جب ہم غلام ہوتے ہیں۔ سیدنا علیؓ فرماتے ہیں: ''مقروض غلام ہوا کرتا ہے۔'' اس کی اپنی کوئی آزادی نہیں ہوتی۔ کہنے کو تو ہمارا ملک آزاد ہے' ہم جسمانی طور پر آزاد ہیں لیکن نہ ہماری عقلیں آزاد ہیں' نہ ہمارے فیصلے آزاد ہیں' نہ ہمارے بجٹ آزاد ہیں' نہ ہمارے حکمران آزاد ہیں۔

بہرحال وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ میں عقیدے کا بیان بھی ہے اور ایمان والوں کو کھڑا کرنے کا تصور بھی یہاں عطا ہو رہا ہے۔ یعنی یہ بات صرف ماننے کی نہیں ہے بلکہ اللہ پر توکل

کر کے کھڑا ہونے کی ضرورت ہے۔ پڑوسی ملک افغانستان میں طالبان نے اللہ پر توکل کر کے دکھایا‘ بظاہر تھوڑی کسمپرسی کا معاملہ ہے لیکن ان عجیب لوگوں نے عجیب بجٹ بنا کر بھی دکھادیا۔ پاکستان کے مقابلے میں بہت چھوٹا بجٹ ہے لیکن کوئی بیرونی امداد اس میں شامل نہیں‘ کوئی بیرونی قرض اس میں شامل نہیں۔ کہتے ہیں کہ اتنا خسارہ ہے جو ہم آپس میں ہی طے کرلیں گے۔ کم پہ گزارا کرلیں گے۔ یہ بات تب ہوئی ہے جب کوئی واقعتاً اللہ پر توکل کرے۔ ساری دنیا پیچھے لگی ہوئی ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم کا بندوبست کرو اور ہمارے بھی بعض اہل علم نے لکھ دیا کہ افغان طالبان ذرا لڑکیوں کی تعلیم کا خیال کرلیں۔ طالبان نے کہہ دیا کہ ہم لڑکیوں کی تعلیم کے مخالف ہرگز نہیں ہیں لیکن وہ تعلیم پردے میں ہوگی۔ تعلیمی اداروں میں‘ حتیٰ کہ ریسٹورنٹس میں بھی مرد و زن کا اختلاط نہیں ہوگا۔ خواتین اینکر پرسنز کو بھی کہہ دیا کہ اگر ٹی وی پر آنا ہے تو نقاب کر کے آؤ۔ چاہے فیس ماسک ہی لگالو۔ یہ کون کہہ رہا ہے؟ جن کو دنیا کہہ رہی ہے کہ ہماری مانو‘ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم تمہاری نہیں مانیں گے۔ اس لیے کہ وہ کسی کے مقروض نہیں ہیں۔ جو عقل پرست ہیں‘ وہ کہتے ہیں کہ افغانستان میں کیا ترقی ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہم نے کشکول پھیلا کر‘ غیروں کی مان کر‘ ان ظالموں کے حوالے اپنے آپ کو کر کے‘ اپنی قوم کو مقروض بنا کر اس پاکستان میں دودھ کی نہریں جاری ہوتی دیکھیں؟ یہ سارا کچھ کر کے ہم نے کیا پایا؟ ہمیں چاہیے کہ ہم ان سے سیکھیں جو ہمارے پڑوس میں ہیں۔ پچاس ملکوں کی ساری طاقت ناکام ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت عطا فرمادی‘ اپنی مدد عطا فرمادی اور اب وہ اپنے فیصلے خود کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں غلاموں کی طرح نہیں بلکہ واقعتاً اللہ کے بندوں کی طرح سوچنے اور فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ذرا قوم بھی اپنے گریبانوں میں جھانکے کہ کیا وہ شریعت چاہتی ہے؟ اگر ہاں میں جواب ہے تو کیا اللہ کی پکار جو پنج وقتہ آرہی ہے کہ آؤ نماز کی طرف‘ کیا اس طرف آرہے ہیں؟ ہمارا

عمل کیا ثبوت پیش کر رہا ہے۔ سود اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ ہے کیا ہم نے سودی اکاؤنٹ بند کیے ہوئے ہیں؟ سود پر لی گئی گاڑیاں' گھر' سودی کاروبار چھوڑنے کے لیے تیار ہیں؟ یہ عوام کا مسئلہ بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

(**اعمالکم عمالکم**) ''تمہارے اعمال تمہارے حکمران ہے۔''

اس وقت جو بھی ہمارے حکمران ہیں یا اپوزیشن والے ہیں یہ کوئی آسمان سے اُتر کے تو نہیں آئے' ہمارے جیسے نام اور ہمارے جیسے کام بھی ہیں۔ وہ ذرا اوپر ہیں تو ذرا زیادہ نظر آتے ہیں' ہم ذرا نیچے ہیں تو کم نظر آتے ہیں لیکن ہیں ایک جیسے ہی۔ وہ ہمارے اعمال کے نتائج ہیں جو ہم پر مسلط ہیں۔

بہرحال ہم سب کا یہ مسئلہ ہے کہ کیا ہمارا واقعتاً اللہ پر ایمان ہے' اللہ پر توکل ہے' کیا اسی سے سب کچھ ہونے کا یقین ہے اور اس کی پکار پر لبیک کہنے کو ہم تیار ہیں؟ اس پر توکل کرنے کو ہم تیار ہیں؟ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو درخواست بھیجی کہ مجھے کوئی وصیت کیجئے تو ام المؤمنین اماں عائشہ صدیقہؓ نے انہیں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ لکھ کر بھجوائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مخلوق سے بے پرواہ ہو کر رب کا ہو جائے' اس پر توکل کرلے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جائے گا۔'' مخلوق سے بے پرواہ ہونے کا ہرگز مطلب لاتعلق ہونا نہیں ہے بلکہ اللہ کی رضا کے لیے حقوق العباد ادا کرنے ہیں لیکن مخلوق پر توکل اور بھروسا نہیں کرنا' مخلوق سے امیدیں نہیں لگانی بلکہ توکل اور امیدیں اللہ سے لگانی ہیں۔ لیکن جو ربّ کو چھوڑ کر مخلوق کی طرف دیکھے' مخلوق سے اُمیدیں رکھے تو اللہ اپنا ذمہ ہٹا کر اسے مخلوق کے حوالے کر دے گا۔

آج ہم مخلوق کے حوالے ہو رہے ہیں۔ پٹرول 235 کا ہو گیا' ڈالر 210 کا ہو گیا لیکن ابھی یہ غلامی اور آگے لے جائے گی۔ اس غلامی سے نجات کے لیے ہمیں کھڑا ہو کر آنکھوں میں

آنکھیں ڈال کر بات کرنی پڑے گی لیکن اس کے لیے اللہ پر پہلے توکل کرنا پڑے گا' سودی نظام کو چھوڑنا پڑے گا۔ اب تو وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ بھی آ گیا۔ جب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کا خاتمہ نہیں کرو گے ہمارے معاملات نہیں سدھریں گے۔ دنیا کا معاملہ کچھ اور ہے ہمارا کچھ اور ہے۔ بقول اقبالؒ

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی ﷺ

ہم ماننے والوں کا معاملہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ مخلص ہوں گے تو اللہ ہمارے معاملات کو سنوار دے گا۔ اگر ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب کے ساتھ مخلص نہ ہوں تو اللہ مخلوق کے حوالے کرے گا۔ قرآن کہتا ہے:

''اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو یقیناً اس کے لیے ہوگی (دنیا کی) زندگی بہت تنگی والی' اور ہم اُٹھائیں گے اسے قیامت کے دن اندھا (کرکے)۔ وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کیوں اُٹھایا ہے' جبکہ میں (دنیا میں) تو بینائی والا تھا۔ اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئیں تو تم نے انہیں نظر انداز کر دیا' اور اسی طرح آج تمہیں بھی نظر انداز کر دیا جائے گا۔'' (طٰہٰ :124 تا 126)

ہمارے سیاستدان ہوں' جج ہوں' وکلاء ہوں یا عام انسان ہوں سب کے گھر میں قرآن مجید کا نسخہ موجود ہے لیکن ہماری عظیم اکثریت کا حال یہ ہے کہ ہمیں قرآن پاک کی Basics بھی معلوم نہیں۔ قرآن حکیم کی تلاوت اجر و ثواب کا باعث' قرآن کا حفظ کرنا مبارک' لیکن قرآن کتابِ ثواب نہیں ہے بلکہ کتابِ ہدایت ہے۔ اگر اس کے احکام پر عمل نہیں ہوگا تو پھر اللہ تعالیٰ کے فتوے ہیں:

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَo(المائدہ:44)

''اور جو اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں۔''

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَo(المائدہ:45)

''اور جو فیصلے نہیں کرتے اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق وہی ظالم ہیں۔''

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَo(المائدہ:47)

''اور جو لوگ نہیں فیصلے کرتے اللہ کے اُتارے ہوئے احکامات وقوانین کے مطابق وہی تو فاسق ہیں۔''

لیکن ہم نے اللہ کی کتاب کو پسِ پشت ڈال دیا اور مغرب کے احکامات پر عمل پیرا ہو گئے۔اور مغربی معاشرے کی نقالی شروع کر دی۔اسلام کے حوالے سے ہمارے حکمرانوں کے صرف دعوے رہے، عمل کہاں ہے؟ سیاستدانوں نے اسلام کا نعرہ صرف عوام کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے لگایا۔(دلوں کا حال اللہ جانتا ہے) لیکن ایسا ہے تو پھر تم نے اللہ کے دین کے ساتھ کھلواڑ کیا ہے۔اگر واقعی حکمران اور سیاستدان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مخلص ہیں تو وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ ان کے لیے لٹمس ٹیسٹ ہے کہ وہ سود کا دھندہ ختم کر دیں تا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جاری جنگ تو ختم ہو۔لیکن نہیں۔اگر ہم قرآن سے اپنا رخ پھیر بیٹھیں ہیں تو آج ہماری معیشت کو دیکھ لیجیے۔دنیا اور آخرت کی سزا ہے۔اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں۔:

''اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعے سے کچھ قوموں کو بامِ عروج تک پہنچائے گا اور اسی کو ترک کرنے کے باعث کچھ کو ذلیل وخوار کر دے گا۔''

آج جس امریکی سامراج کی شکل میں طاغوت کی غلامی کا طوق ہمارے گلے میں ہے

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ کی بندگی کو چھوڑ دیا ہے۔ہم زبان سے تو کہتے ہیں: لا الٰہ الا اللہ لیکن کرتے اپنی من مرضی ہیں۔ہم کہیں اپنے نفس کی خواہشات میں لگ کر اپنے رب کے حکم کو پس و پشت تو نہیں ڈالتے ؟ قرآن پاک کہتا ہے:

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰهُط اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًاo (الفرقان:43)

''کیا تم نے دیکھا اُس شخص کو جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنالیا ہے؟''

یہ بھی غلامی ہے کہ نفس کے غلام بن کر رب کی نافرمانی کی جائے۔اس صورت میں نفس ہمارا معبود بن جائے گا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ایک شخص کفار سے لڑتا ہوا قتل ہو گیا۔صحابہؓ نے کہا: شہید ہو گیا۔آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! میں اس کو جہنم میں دیکھ رہا ہوں۔ پتا چلا مال غنیمت میں سے ایک چادر اس نے لے لی تھی۔اس شخص نے کوئی کروڑوں' لاکھوں روپیہ نہیں چرایا تھا بلکہ مالِ غنیمت جو امت کی مشترکہ پراپرٹی تھی اس میں سے ایک چادر نکالی تھی' اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ وہ شخص کھڑا ہے' قتال کے میدان میں کھڑا ہے' کفار کے خلاف لڑ رہا ہے اور قتل ہوتا ہے تو جہنم میں جاتا ہے۔اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پوری قوم کو لوٹنے والوں کا حشر کیا ہوگا؟ بہر حال عرض کرنے کا مطلب ہے کہ ایک غلامی نفس کی بھی ہوتی ہے اور ایک مال کی بھی ہوتی ہے۔حدیثِ مبارکہ میں ذکر آیا:

(تعس عبد الدینار وعبد الدرھم) ''ہلاک ہو گیا دینار کا بندہ' درہم کا بندہ۔''

اللہ کا بندہ بننے کے لیے کلمہ کا ورد بھی ہے لیکن اللہ کے حکم کو روندتے ہوئے حرام بھی آ رہا ہے' رشوت بھی لی جارہی ہے' سود' جائیدادوں پر قبضے سے بھی مال آ رہا ہے۔ یہ مال کی غلامی ہے۔ اسی طرح طاغوت کی غلامی ہے۔کوئی فرد' کوئی قوم اللہ کے احکامات سے سرکشی کرے' من مرضی کرے' اللہ کے قوانین کے مقابلے میں اپنے قوانین چلائے تو اس کی بات ماننا طاغوت کی غلامی

ہے ۔ان تمام غلامیوں سے نجات حاصل کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ اس ایک رب کی غلامی اختیار کرلیں جو اس پوری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ یہ لا الٰہ الا اللہ کا حقیقی حاصل ہے۔ہم نے سمجھا کہ کلمہ پڑھا ہمارا جنت کا ٹکٹ پکا ہوگیا۔لوگ حدیث بھی سناتے ہیں جو بالکل صحیح ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’(**من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ**) جس نے کہا لا الٰہ الا اللہ وہ جنت میں داخل ہوگا‘‘۔

لیکن دوسری طرف یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے‘ دینے والے‘ لکھنے والے اور سودی معاملے پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے ۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ حرام سے پلا ہوا جسم جہنم کا مستحق ہے۔ایسی بیسیوں احادیث پیش کی جاسکتی ہیں۔کلمہ گو جنت میں جائے گا لیکن احادیث میں ہے کہ وہ اپنی سزاؤں کو بھگت کر جائے گا۔ یہ کیوں نہیں بیان کیا جاتا۔ہمیں بس اسلام کا میٹھا میٹھا حصہ پسند ہے۔حالانکہ پورے اسلام کا پیکج سامنے رہنا چاہیے۔

آج جن غلامیوں کا ہم شکار ہیں ان سے نجات کا واحد راستہ اس کلمہ کے تقاضوں پر عمل ہے۔اقبالؒ کہتا ہے

ع چومی گویم مسلمانم بلرزم

کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ الا را

’’جب میں کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو میں لرز جاتا ہوں کہ ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ کہنے کی مشکلات کیا ہیں ۔‘‘ ہم آج بڑے ٹھنڈے ٹھنڈے چل رہے ہیں کہ جمعہ کی دو رکعت پر مطمئن‘ رمضان شریف کے روزے رکھ لینے پر مطمئن‘ غلامی بھی‘ باطل کا نظام بھی چلے‘ غیر ہمارے فیصلے

کریں، اللہ اوراس کے رسول ﷺ سے جنگ بھی چلے، شریعت کے احکامات پامال بھی ہوں، لوگ اسلام کی تعلیمات کا مذاق بھی اڑائیں، لوگ دین کا نام لے کر بیوقوف بنانے کی بھی کوشش کریں اور اس سب کے باوجود مسلمان مطمئن ہوکر بیٹھ جائے ۔ اس صورت میں اپنے ایمان کو ٹٹولنے کی ضرورت ہے۔ یہ کیسا ایمان ہے جو باطل کے مقابلے میں ہمیں کھڑا نہیں کر رہا۔ یہ کیسا ایمان ہے جو اللہ کی بڑائی کے نفاذ کے لیے ہمیں کھڑا نہیں کر رہا۔ یہ کیسا ایمان ہے جو ہمیں اس باطل پر مطمئن کر کے سلا بھی دیتا ہے، بٹھا بھی دیتا ہے، مطمئن بھی کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خوش فہمی سے ہماری حفاظت فرمائے اور اللہ واقعتاً اپنی غلامی کی توفیق عطا فرمائے جس کے لیے یہ ملک ہم نے حاصل کیا تھا۔ ہم نے کہا تھا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ۔ یہ ہمارا اصل مقصود تھا۔ اس کے تقاضوں پر عمل کرنا تھا۔ بجائے اس کے امریکی سامراج کی غلامی بڑھتی گئی مگر مسائل حل نہیں ہوئے۔ کیوں؟

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

وہ سجدہ کرنے کو جب یہ قوم تیار ہوگی تو اللہ کی مدد بھی آئے گی اور وہاں سے آئے گی جہاں ہمارا گمان بھی نہیں ہوگا۔ مگر ہم کھڑے ہونے کو تیار تو ہوں، اللہ پر توکل کا اظہار تو کریں۔ اللہ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْo (محمد:7)

”اے اہلِ ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔“

اللہ کی نصرت سے مراد اس کے دین کی مدد ہے، اس کے دین کی دعوت اور اقامت کی جدو جہد ہے ۔ اللہ کے دین کے ساتھ مخلص ہو جاؤ اللہ کہتا ہے میں تمہاری مدد بھی کروں گا اور

تمہارے قدموں کو مضبوطی دوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سیاستدانوں، علماء اور ہم سب کو اس مقصد کے لیے آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

نوجوان دوستوں کے نام

تُو آئے تو لگتا ہے اپنی بھی سحر ہو گی!

ہماری یہ اکثر کوشش رہی ہے کہ خاص طور پر نوجوانوں کو قرآن کے اصول و قوانین سے آگاہ کیا جائے۔ قرآن پڑھنا سمجھنا اور پھر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے ہوں، ان کو قرآن سمجھانا ہر پڑھے لکھے مسلمان پر فرض ہے۔ دیکھئے (القصص: 87-85، ق: 45، المائدہ: 67)

ہمارے قارئین یہ پوچھتے رہتے ہیں جن میں نوجوان طالب علموں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے کہ ہم کیا کریں؟ ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن کی تعلیمات سے تو ہم فیض یاب ہو ہی رہے ہیں، قرآن کا نظام ربوبیت بھی ہم سمجھ رہے ہیں۔ لیکن ہم اپنی عملی زندگی میں ان کا نفاذ کیسے کریں؟ یہ وہ سوال ہے جو اکثر نوجوان ہمیشہ سے سوچتے اور پوچھتے چلے آرہے ہیں کہ ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قرآن کریم کے اصول و قوانین کو کس طرح نافذ کریں؟

کچھ نہ کچھ کرنے کی آرزو عام طور پر ہر باشعور انسان کے دل میں ضرور ہوتی ہے، جب کوئی نوجوان مسلمان قرآن پڑھتا اور سمجھنے لگتا ہے تو اس کے دل میں کچھ اچھا کر گزرنے کی خواہش زیادہ ہو جاتی ہے کہ وہ قرآن کی روشنی میں اپنے معاشرے کی بہتری کے لیے کیا اور کیسے کرے؟ قرآن کریم کی ہدایات میں سے ہم اپنے نوجوانوں کو چند ضروری باتیں سمجھانا چاہتے ہیں۔ کسی بگڑے ہوئے معاشرے میں قرآنی تعلیمات پر انفرادی اور اجتماعی طور پر عمل کرنا آسان کام نہیں ہے، قدم قدم پر مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ بات قرآن کریم میں ہمیں اس طرح سمجھائی گئی ہے کہ: (مفہوم)

وحی کی راہ نمائی تمام انسانوں کو ایک برادری میں منسلک کر دینا چاہتی ہے، لیکن چونکہ اِس سے

اِنفرادی مفاد چاہنے والوں کے مقاصد پر زد پڑتی ہے اس لیے وہ اس کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ لہٰذا اس جنتی معاشرہ کے قائم کرنے کے لیے سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سوائے جماعتِ مومنین! تم یہ نہ سمجھ لینا کہ تم اس معاشرہ کو یونہی قائم کرلو گے اور مفت میں جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ ایسا نہیں ہو سکے گا۔ تمہیں بھی اُن جاں گداز مراحل سے گزرنا پڑے گا جن سے وہ لوگ گزرے ہیں جنہوں نے اس سے پہلے اس انقلاب آفرینی کی کوشش کی۔ سختیاں اور مصیبتیں انہیں چاروں طرف سے گھیر لیتیں۔ اُن کی شدت سے اُن کے دل دہل جاتے۔ یہاں تک کہ وہ اوران کا رسول پکار اُٹھتے کہ بار الٰہا! ہماری کوششوں کی بار آوری کا وقت کب آئے گا۔ ایسے ایسے ہمت شکن اور صبر آزما مراحل کے بعد کہیں جا کر اُن کی کوششیں کامیاب ہوتیں اور تائید ایزدی اُن کی سعی و عمل کو ثمر بار کرتی۔ تمہیں بھی انہی مراحل سے گزرنا ہوگا۔(البقرہ:214)۔

یہی بات دوسری جگہ سورہ البقرہ:157-155 میں اس طرح سمجھائی جارہی ہے:

اس جدو جہد میں بیشتر مواقع ایسے آئیں گے جن میں تمہیں اِس امر کا اندازہ ہو سکے گا کہ تمہاری صلاحیتوں کی کس حد تک نشو ونما ہو چکی ہے۔(ٹکراؤ کے بغیر انسان اپنی صلاحیتوں کا صحیح اندازہ کر ہی نہیں سکتا۔ مزید دیکھئے الملک:2)اس میں کہیں جنگ وقتال اور دیگر خطرات کا اندیشہ ہوگا تو کبھی کھانے پینے کے سامان کی کمی ہوگی۔ کہیں مال اور جان کا نقصان ہوگا۔ کہیں کھیت اور باغ اجڑیں گے۔ یہ سب کچھ ہوگا لیکن آخرالامر فتح و کامرانی کی خوش خبریاں ان کے لیے ہوں گی جو اِس جدو جہد میں ثابت قدم رہیں گے اور مصائب و مشکلات کے ہجوم میں اُن کی نگاہیں' اِس نقطہ سے ذرا بھی ادھر اُدھر نہیں ہٹیں گی کہ ہمارا مقصدِ زندگی نظامِ الٰہی کا قیام ہے۔ ہم نے اپنے آپ کو اِس کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ مشکلیں آتی ہیں تو آئیں' ہمارا ہر قدم اِسی نصب العین کی طرف آئے گا وہی ہمارا مقصود منتہٰی ہے اور ہم ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کریں گے۔ یہی وہ انقلابی جماعت ہے جو اپنے نشو ونما دینے والے کے نزدیک مستحق ہزار تبریک وتہنیت ہے۔ انہیں اُس کے قانون کی تائید حاصل ہے انہی کے لیے سامانِ نشو ونما اور الطاف و اکرام کی بارشیں ہیں اوران کا اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جانا یقینی ہے۔(البقرہ:157-155)

قرآن کی روشن راہنمائی میں عمل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ ایمان بھی اسی طرح کا ہو جس طرح قرآن کریم میں بتایا گیا ہے۔ ہمارا ایمان کس طرح ہونا چاہیے اس کے لیے

پڑھیے: (مفہوم)

ان (مخالفین) سے کہو کہ آؤ تمہیں بتائیں کہ وہ کون سا مسلک ہے جسے اختیار کر کے ہم تمہاری خودساختہ گروہ بندی اور نسل پرستی سے بلند ہو چکے ہیں۔ وہ مسلک یہ ہے کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اُس ضابطۂ حیات پر ایمان رکھتے ہیں جو اُس نے (اس رسول کے ذریعے) ہماری طرف بھیجا ہے۔ (یہ اپنی اصل کے اعتبار سے اُسی قسم کا ضابطۂ حیات ہے جس قسم کا اس سے پہلے) ابراہیمؑ واسماعیلؑ واسحاقؑ ویعقوبؑ اور دیگر انبیائے بنی اسرائیل کی طرف نازل ہوا تھا۔ ہم اس حقیقت پر یقین رکھتے ہیں کہ انہیں بھی (اپنے اپنے وقت میں) اللہ کی طرف سے ضوابطِ حیات ملے تھے۔ نیز موسیٰؑ کو بھی اور عیسیٰؑ کو بھی بلکہ تمام انبیاءؑ کو۔ ہم ان تمام انبیاءؑ کو ایک ہی سلسلے کی کڑیاں سمجھتے ہیں اور نبی ہونے کی جہت سے اُن میں سے کسی کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔ یہ ہے وہ مسلک جس کی رو سے ہم خالص قوانین الٰہی کی اطاعت کرتے ہیں۔ ان سے کہو کہ یہ ہے ہماری دعوت۔ اگر یہ لوگ بھی اُسی طرح اس ضابطۂ حیات پر ایمان لے آئیں جس طرح تم لائے ہو تو اُس وقت یہ اللہ کے متعین کردہ صحیح راستے پر ہوں گے اور اگر یہ اس سے اعراض برتیں گے تو اُن کا یہ اعراض اُس راستے سے ہٹ جانے کے مترادف ہوگا جس پر تمام انبیاءؑ سابقہ چلتے رہے ہیں۔ اگر انہوں نے اِس راستے کو اختیار نہ کیا اور اپنی ضد پر قائم رہے' تو ان کی مخالفت بدستور رہے گی لیکن تمہیں اس کی قطعاً پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ ہمارے نظام میں' جس کی تم اطاعت کرتے ہو' اتنی قوت موجود ہے کہ وہ تمہیں ان کی ضرر رسانیوں سے محفوظ رکھ سکے۔ اِس لیے کہ یہ اُس اللہ کا نظام ہے جو سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ (البقرہ: 136-137)

یہی بات اس طرح بھی سمجھائی گئی ہے:

جو لوگ اس حقیقت کا اقرار کرتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اپنے اس اقرار اور ایمان پر جم کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور دنیا کی کوئی قوت ان کے پائے استقامت میں لغزش نہیں پیدا کرتی تو ان پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے (اللہ کی کائناتی قوتیں ان کا ساتھ دیتی ہیں اور ان کے لیے باعث تقویت بنتی ہیں' الاحزاب: 43) اور اس طرح ان سے کہتی ہیں کہ تم کسی قسم کا خوف نہ کرو۔ نہ ہی افسردہ خاطر ہو۔ تمہارے لیے اس جنتی معاشرہ کی خوشخبری ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ دیکھیں مفہوم القرآن 41:30' (3:124-125' 8:10-12' 46:13)۔ ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے رفیق

ہیں اور آخرت کی زندگی میں بھی تمہارے رفیق ہوں گے۔(اس لیے تمہیں یہ جنتی زندگی اس دنیا میں بھی نصیب ہوگی اور آخرت میں بھی)۔اس جنتی زندگی میں وہ سب کچھ ہوگا جسے تمہارا جی چاہے گا اور وہ سب کچھ ملے گا جسے تم طلب کرو گے۔(جو چاہو گے ہوگا جو مانگو گے ملے گا' یہ ہوگا نتیجہ تمہارے یقینِ محکم اور عملِ پیہم کا)۔اور یہ سب کچھ ایسی عزت وتوقیر کے ساتھ ملے گا جیسے میزبان اپنے مہمان کی تواضع کرتا ہے اس میں اللہ کی طرف سے زندگی کے خطرات سے حفاظت کا سامان بھی ہوگا اور سامانِ نشو ونما بھی۔اس کے بعد بتاؤ کہ اس شخص کی بات سے زیادہ حسین اور جاذب بات اور کس کی ہوسکتی ہے جو لوگوں کو قانونِ الٰہی کی طرف دعوت دیتا ہے اور اللہ کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوتا ہے اور (اس طرح اپنی عملی زندگی سے ثابت کردیتا ہے کہ) وہ ان میں سے ہے جو مسلمین ہیں یعنی ان لوگوں میں سے ہے جو قوانین الٰہی کے اطاعت گزار ہیں۔یاد رکھو! معاشرہ اور انسانی ذات میں حسن پیدا کرنے والے کام اور ایسے کام جن سے بگاڑ پیدا ہو نتیجہ کے اعتبار سے کبھی ایک جیسے نہیں ہوسکتے (یعنی اچھے اور برے کام ایک جیسے نہیں ہوسکتے) اگر معاشرہ میں ناہمواریاں (یعنی خرابیاں) پیدا ہوجائیں تو ان کے ازالے کی بہترین صورت یہ ہے کہ معاشرہ میں زیادہ سے زیادہ حسن پیدا کرنے والے کام کیے جائیں۔(اس سے غلط کاموں کے مضر اثرات کا ازالہ بھی ہوجائے گا اور آئندہ کے لیے بگاڑ بھی رک جائے گا۔نیز اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ) وہ شخص جس کی طرف سے بگاڑ پیدا کرنے والی حرکت سرزد ہوئی تھی اس میں اور تم میں اگر سخت عداوت ہوگی تو وہ تمہارا گرمجوش دوست بن جائے گا۔(برائی کو بھلائی سے روکنے کا یہ طریقہ ہے لیکن یہ طریق انہی کی صورت میں کارگر ہوسکتا ہے جن میں اصلاح کا امکان ہو۔جو مخالفت کی آخری حد تک پہنچ چکے ہوں ان کے علاج کے لیے سختی کی ضرورت پڑے گی)۔لیکن یہ طریق کار ہے بڑا مشکل اور اس پر عمل پیرا وہی ہوسکتا ہے جو نہایت مستقل مزاج ہو۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جس شخص کو اس طریق کار کی توفیق نصیب ہوجائے تو وہ بڑی کامیابیوں اور کامرانیوں کا مالک ہوگا۔یہ کام دشوار اس لیے ہے کہ سرکش قوتیں اور خود تمہارے سطحی مفاد پر مبنی جذبات اس کی کوشش کریں گے کہ تمہاری اس روش میں بگاڑ کی صورت پیدا کردیں۔ایسی صورت میں اس کا علاج یہ ہے کہ تم اور شدت سے قوانین الٰہی کی پیروی کرنے لگ جاؤ۔اس سے تمہیں ان تخریبی عناصر کی فسادانگیزیوں سے پناہ مل جائے گی۔یاد رکھو! اللہ ہر بات کا سننے والا اور جاننے والا ہے۔(حٰم السجدہ:36-30)

قرآن حکیم آسمانی دستور حیات ہے۔ دستور یا آئین Constitution کسی معاشرے پر لاگو کرنے کے لیے ہوتا ہے' لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پورے کا پورا معاشرہ بگڑا ہوا ہوتا ہے اور ایسے بگڑے ہوئے معاشرے میں قرآن کریم کو بطورِ آئین نافذ کرنا ناممکن حد تک مشکل ہوتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ہدایت دی:

ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ سے کہا کہ سرِ دست مصر میں جس جگہ تمہاری قوم ہے' وہیں ان کی ذہنی اور قلبی تربیت شروع کر دو۔ (فرعون اس کی اجازت نہیں دے گا کہ تم اپنی پارٹی کے لیے کوئی تربیتی مرکز بناؤ جہاں ان کے اجتماعات ہوا کریں اس لیے) تم فی الحال اپنی جماعت کے ممبروں کے گھروں کے اندر ہی یہ سلسلہ شروع کر دو اور اس طرح اس نظامِ صلوٰۃ کی ابتداء کر دو (جسے آخر الامر تمام معاشرہ کو محیط ہو جانا ہے) اور اپنی جماعت کو اس نظام کے نتائج و ثمرات کی خوش خبری دیتے رہو (تا کہ ان کی ہمتیں تازہ اور حوصلے بلند رہیں)۔

اوپر لکھی ہوئی آیت مبارکہ (یونس: 87) جو ابھی آپ نے پڑھی ہے اس پر زیادہ توجہ دیجئے۔ قرآن کریم کی ہر آیت ہماری پوری پوری توجہ چاہتی ہے' اس آیتِ مبارکہ میں ہدایت دی جا رہی ہے کہ اپنے اپنے گھروں کو اپنا مرکزِ توجہ بنا لو۔ ہمارے اور آپ کے گھر کسی بھی مملکت کے سب سے چھوٹے یونٹ ہوتے ہیں یعنی ایک ایک گھر سے مل کر ایک گلی اور پھر ایک محلّہ اور پھر قصبے اور شہر بنتے ہیں' ہمارے گھر ہمارے ملک کی چھوٹی چھوٹی اکائیاں Units ہیں جن سے مل کر گلی' محلے اور شہر بنتے ہیں۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے کہ اگر معاشرہ بگڑا ہوا ہو تو قرآن کریم پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے اپنے گھروں کو اپنا مرکزِ توجہ بنا لیں اور نظامِ صلوٰۃ قائم کریں۔ مزید غور فرمایئے کہ جس چیز کو ہم معاشرہ Society کہتے ہیں وہ ہمارے آپ کے کھلے ہوئے گھروں کا نام ہے۔ صبح سویرے ہم سب اپنے اپنے گھروں سے نکل کر اپنے اپنے کام دھندوں کے لیے دفتروں' کارخانوں' بازاروں اور تعلیمی اداروں وغیرہ کے لیے چل پڑتے ہیں۔ آپ یہ سوچئے کہ جس قسم کے کردار کے لوگ گھروں میں رہتے ہیں وہی کردار معاشرے میں ہوں گے' اگر گھروں میں نیک لوگ رہتے ہوں گے تو معاشرہ بھی اچھے انسانوں کا ہوگا۔ اگر ہم یہ دیکھیں کہ ہمارا معاشرہ بگڑا ہوا ہے اور ہم اچھے اور اعلیٰ کردار کے انسان اور مسلمان بننا چاہتے ہیں جو کسی بھی بگڑے ہوئے معاشرے میں بہت ہی مشکل کام ہے تو اس کے لیے ہمیں اللہ تعالیٰ

نے یہ حکم دیا ہے کہ اپنے اپنے گھروں کو مرکزِ توجہ بنالو اور الصلوٰۃ قائم کرو۔ اگر آپ اپنے گھرانے کے سربراہ ہیں یا ذمہ دار فرد ہیں تو آپ کے لیے آپ کا گھر ایک ایسی جگہ ہے جہاں آپ گویا بادشاہ اور مکمل طور پر خودمختار ہوتے ہیں جہاں آپ کو روکنے ٹوکنے والا کوئی بھی نہیں۔ یہ باتیں ہم ان نوجوانوں کو سمجھانے کے لیے لکھ رہے ہیں جن کی تمنا ہے کہ وہ قرآن کریم کی رہنمائی میں اپنے معاشرے کے لیے اچھے کام کریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہمیں ایک حکم مختلف انداز سے بھی واضح کر کے فرمایا ہے۔ پہلے ہمیں ہدایت دی گئی کہ اپنے اپنے گھروں کو اپنا مرکزِ توجہ بناؤ دوسرے مقام پر جو ہدایت دی جا رہی ہے اس پر بھی توجہ فرمایئے:

(اے رسول!) تم ان سے کہو کہ میں تم سے کوئی لمبی چوڑی بحث نہیں کرنا چاہتا' نہ ہی کوئی طول وطویل لیکچر دینا چاہتا ہوں۔ میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ تم اللہ کے لیے ایک ایک' دو دو کر کے کھڑے ہو جاؤ اور پھر سوچو! اگر تم نے ذرا بھی غور وفکر سے کام لیا تو تمہیں نظر آجائے گا کہ یہ رسول (جو تمہیں دن رات اس قسم کی نصیحتیں کرتا رہتا ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کوئی پاگل نہیں (اس کی باتوں میں معاذ اللہ جنون Madness نہیں ہے)' اس کی ہر بات علم وبصیرت پر مبنی ہے اور اسی علم و بصیرت کی روشنی میں وہ تمہیں تمہاری غلط روش کے تباہ کن نتائج سے قبل از وقت متنبہ کر رہا ہے۔ (سبا:46)

یونس:87 میں ہدایت دی جا رہی ہے کہ انفرادی طور پر ہم اپنے اپنے گھروں کو مرکزِ توجہ بنالیں اور صلوٰۃ قائم کریں جب کہ سبا:46 میں ہمیں کہا جا رہا ہے کہ تم اللہ کے لیے ایک ایک اور دو دو کر کے کھڑے ہو جاؤ پھر غور وفکر کرو۔ اس بات پر بھی غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ جیسی عظیم ترین ہستی' اتنی بڑی کائنات کا مالک ہم فانی انسانوں کو جو کہ آج کے دور میں اربوں کی تعداد میں ہیں ان میں سے ایک ایک فرد کو یہ حکم اور ہدایت دے رہا ہے کہ تم (سب کے سب اگر نہ سہی تو) اللہ کے لیے اکیلے اکیلے اور دو دو کر کے کھڑے ہو جاؤ اور پھر سوچو (کہ رسول اللہ ﷺ کی باتیں علم وبصیرت پر مبنی ہیں)۔

یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ کسی بھی بگڑے ہوئے معاشرے میں قرآنِ کریم کی ہدایات پر عمل کرنے کے لیے ہمارے کردار میں صبر واستقامت کے ساتھ عزم وہمت کا ہونا بہت ضروری ہے' عزم وہمت کے ساتھ ہی ہم انفرادی طور پر اور پھر اجتماعی طور پر قرآن پر عمل کر سکیں گے' مثلاً:

لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے یہ بھی کہا کہ تم صلوٰۃ کو قائم کرو جس بات کو وحی الٰہی جائز قرار دے' اس کا حکم دو۔ جسے وہ معیوب کہے' اس سے لوگوں کو روکو۔ اس نظام کے قیام اور بقا کی جدوجہد میں تمہیں جو مشکلات بھی پیش آئیں ان میں ہمیشہ ثابت قدم رہو۔ یاد رکھو! مصائب اور مشکلات میں ثابت قدم رہنا (عزم الامور یعنی) ہمت کے کام ہیں اور اس کے لیے بڑے مستحکم ارادے کی ضرورت ہوتی ہے۔ (لقمان 17:)

یہ بات تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہر اس شخص کے لیے اسوۂ حسنہ Model Character ہے جو اللہ تعالیٰ کے قوانین کی نتیجہ خیزی پر یقین کامل رکھتا ہو (الاحزاب: 21)' دینِ الٰہی کے مقابلے میں رشتہ داری کے تعلقات کی حیثیت کیا رہ جایا کرتی ہے اس کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقا کے طرزِ عمل کو بہترین نمونہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے (الممتحنہ 4-7:)

جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاکیزہ اور حسین ترین مضبوط کردار کی بات کرتے ہیں تو ان کے کردار کی بہت ساری خصوصیات میں سے دو عظیم اور اہم ترین خوبیاں تھیں صداقت اور امانت' نبوت سے قبل ہی ان کو اپنے بیگانے سب صادق اور امین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی سچ بات کہنے کا حکم دیا ہے' نہ صرف سچ اور حق بات کہنے کا حکم دیا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ صاف اور سیدھی بات کیا کرو خاص طور پر جب کسی معاملے میں تمہاری گواہی Witness کی ضرورت پڑے تو تم اللہ کی طرف سے گواہ بن کر شہادت دو' توڑ مروڑ کر اور پیچ دار بات نہ کیا کرو' صاف اور سیدھے لفظوں میں ہر حال میں سچ کہنا ہے یہاں تک کہ تمہارا سچ تمہارے اپنے' تمہارے والدین کے اور اقربین کے خلاف ہی کیوں نہ

جائے۔دیکھئے الاحزاب:71-70اور النساء:135۔

قرآنی آیات کی روشنی میں جو باتیں ہم نوجوانوں کو سمجھانا چاہتے ہیں وہ مختصراً یہ ہیں کہ:

1۔ زندگی کے ہر موڑ اور ہر معاملے میں صادق اور امین بننا ہوگا۔

2۔ بات صاف اور سیدھی کیا کرو۔

3۔ اللہ کے لیے اکیلے اکیلے اور دو دو کر کے کھڑے ہو کر سوچنا ہوگا۔

4۔ اپنے اپنے گھروں کو اپنا مرکزِ توجہ بنانا ہوگا۔

5۔ قرآن کے احکام پر عمل ہم چاہے انفرادی طور پر کریں یا اجتماعی طور پر قدم قدم پر مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا ہوگا جس کے لیے صبر و استقامت' عزم و ہمت کے ساتھ تحمل اور برداشت کی ضرورت ہر وقت رہے گی۔

کسی بھی بگڑے ہوئے معاشرے میں قرآن کی راہنمائی میں مومنوں والی زندگی گزارنا آسان کام نہیں ہے۔رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ اور ان کے عظیم کردار میں ہمارے دکھوں کا مداوا اور مسائل کا حل موجود ہے۔ہم اپنے نوجوانوں سے یہ کہیں گے کہ اس مضمون کی روشنی میں اپنی سوچ اور عمل کا جائزہ لیجئے' محاسبہ کرتے کرتے اگر ایسا لگے کہ ابھی آپ کو اور مضبوط ہونا ہے تو اپنے آپ کو خوب سے خوب تر بنایئے۔

امت کا رخ بدل ڈالیں

......عامرہ احسان

پاکستان اپنی تاریخ کے پچھترویں سال میں جس بحران کا سامنا کر رہا ہے وہ ملکی سلامتی کو ہمہ پہلو خطرات میں مبتلا کر رہا ہے۔ملک کی آزادی کا دارومدار ملکی معیشت کے استحکام سے منتھی ہے۔اس کی حیثیت رگوں میں دوڑنے والے خون کی ہے۔اس وقت خون کی کمی کے جس درجے

پر پہنچ چکے ہیں وہ فوری طبی امداد کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ المیہ اپنی جگہ کہ سود بارے فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ سودی لین دین کی نجاست پر مہر ثبت کر چکا اور نظام کی درستگی کے لیے' معیشت کو پاک کرنے کے لیے 5 سال کی مہلت دی گئی ہے۔ ہم معاشی تباہی کے اس دہانے پر کھڑے ہیں کہ ملک چلانے کے لیے آئی ایم ایف سے فوری (سودی) قرضے کا حصول' اس بھنور سے نکلنے کو ناگزیر ہے۔ (اخلاقی گراوٹ کی مانند) روپیہ فری فال کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

ایسے میں سیاسی عدم استحکام خودکشی کے مترادف ہے۔ اس کھینچا تانی میں ملک کا حال سوتیلے بچے کا سا ہے۔ آپا دھاپی' نفسانفسی' کرسی کی اس ضدم ضدا میں ملک کس ابتری کا شکار ہے' کسی کو فکر نہیں۔ عجب حال ہے کہ ایک حکومت اہتمام سے ہٹا کر دوسری لانے والے مقتدرین قانون وانتظامی گومگو کا شکار نئی حکومت کو درکار موافقت اور تعاون نہیں کر رہے۔ ناتجربہ' نااہلی کے ہاتھوں بدترین معاشی حالات کی بنا پر ہی ایمرجنسی کیفیت میں ملک بچانے کے لیے فوری حکومت بدلنے کا جو اقدام کیا تھا' پھر یکا یک ایسا کیا ہوا کہ پورے ملک کو افراتفری کی نذر ہونے کے دروازے کھول دیے گئے؟ مضبوط ہاتھ سے حالات کنٹرول کر کے معیشت کو فوری سنبھالا دینے کے اقدامات ترجیح اول ہونے کی بجائے سبھی کے سیاست سیاست کھیلنے میں وہ دھول آندھیاں اڑ رہی ہیں پناہ بخدا! ڈالر سے منتھی ابتری ملک وقوم کو شدید خطرات سے دوچار کیے دے رہی ہے۔ انتخابات ناگزیر بھی ہیں تو اتنا پیسہ مزید بہانے کا کوئی انتظام تو کر لیا ہوتا! اگر تقریروں' ٹویٹوں' فیصلوں میں تضاد اور انتشار فکری' غیر ذمہ دارانہ بیان بازیاں دیکھی جائیں تو حیرت سے دم بخود ہی رہا جا سکتا ہے۔ کیا ملکی احوال کا ایکسرے' ان کرسی کے دعوے داروں اور کس کو بٹھانا کس کو اٹھانا والوں کے فہم سے بالا ہے؟ ایسے میں افواہوں کی فیکٹریاں' سوشل میڈیا کے بھونپو' دھواں اگل رہے اور کان پڑی سنائی نہ دینے والا سماں پیدا کر رہے ہیں۔ اتحاد و اتفاق جو اس وقت ازحد ضروری تھا' ہر سطح پر اس کے پرخچے اڑ چکے ہیں۔ حتیٰ کہ خاندانوں کے اندر (سکہ بند دینداروں سمیت) افتراق وخانہ جنگی کی کیفیت بحث ودلائل کے گھونسے مکے چل رہے ہیں۔

پچھلے دنوں سورج کی طرف سے شدید شعلے بھڑکتے‘ شعلہ باری کی خبریں آئی تھیں جس پر سائنس دانوں نے وارننگ دی تھی زمین پر اس کے اثرات مرتب ہونے کی ۔(ہم یہ نہیں کہہ رہے یہ ہمارے ہاں کے بیانیوں کی شعلہ انگیزی سورج تک جا پہنچی ۔اگر چہ کوشش اور دیوانگی تو اسی سطح کی برپا رہی) یہ رپورٹ بھی آئی اس کی بنا پر ایشیا کے کچھ حصوں میں ریڈیو بلیک آؤٹ ہو گیا۔ سیٹلائٹ اور خلائی تنصیبات کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے‘ تاہم پاکستان کو تو تھوڑی ضرورت تھی ٹویٹروں‘ واٹس ایپوں کے فتنے سے نکل کر خاموش رہنے کی ۔اس کا رخ ادھر ہوتا تو کچھ دن سوشل میڈیا شعلہ باری تھم جاتی۔

اس وقت تدبر‘ ہوش مندی‘ منصوبہ بندی اور قوی ہاتھ سے حالات کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے‘ نجانے یہ سب بڑے کیونکر تذبذب کی اس فضا کو جاری رکھ کرنا قابل تلافی نقصان کی طرف لڑھکتے ملک کو خاموشی سے ٹک ٹک دیدم کی کیفیت میں ہیں ۔آسیب کا سایہ ہے یا کیا ہے؟ سو یوں سمجھ لیجئے کہ وقت دعا ہے اس بھنور سے کشتی سلامت نکل جائے‘ اللہ کی خاص مدد کے سوا ممکن نہیں ۔ یہاں ’’ مجھے کیوں نکالا ‘‘ پر آگ بگولہ‘ آتش فشانی ہونے کی کیفیت دیکھتے ہوئے ہم حیرت سے ’’ ریاست مدینہ ‘‘ کے مسلسل حوالوں پر غور کر رہے تھے۔ تاریخ کی کتابیں کھول کر دیکھیں کہ حقیقی ریاست مدینہ کا منظر کیا تھا؟ لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر کیا کیجئے ۔وہاں دیکھا تو یہ دیکھا کہ کرسی پر بٹھانا مشکل تھا ۔منصب سے گریز‘ جوابدہی کا خوف انہیں مارے ڈالتا اور رلاتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گریزاں تھے مگر خلیفہ بنائے گئے‘ سیدنا عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے بیعت کرنے اور مہاجر وانصار صحابہؓ کے بیعت کے لیے ٹوٹ پڑنے پر۔

عام بیعت کے بعد اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا! ’’لوگو...... میں تم پر والی مقرر کیا گیا ہوں لیکن تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں ۔اگر میں اچھا کام کروں تو میرے ساتھ تعاون کرو اور اگر کج روی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچائی امانت ہے‘ جھوٹ خیانت ہے‘‘۔ اور جب دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انہوں نے فرمایا: دیکھو جب سے میں خلافت میں

داخل ہوا ہوں میرے مال میں کتنا اضافہ ہوا ہے‘ اس کو میرے بعد کے خلیفہ کے حوالے کر دو۔ جب ہم نے حساب کیا تو ایک حبشی غلام تھا اور دوسرا ایک اونٹ تھا۔ ہم نے دونوں کو عمرؓ کے پاس بھیج دیا۔ جسے دیکھ کر عمرؓ رو پڑے کہ: ”اللہ ابو بکرؓ پر رحم فرمائے‘ انہوں نے اپنے بعد والوں کو بری طرح تھکا دیا“۔ (تھکے تو وہ جنہوں نے یہ تاریخ پڑھی‘ تعلیم پائی۔ ورنہ باقیوں نے قوم کو تھکا مارا......) حتیٰ کہ بیت المال سے اپنے بال بچوں کے اخراجات کے لیے جو مال (طے شدہ) وظیفے کے طور پر لیا تھا‘ وہ لوٹانے کے لیے اپنی زمین بیت المال کو دینے کی وصیت فرما دی۔ یہاں بعد از اقتدار سرکاری گاڑیاں‘ کوٹھیاں لوٹانے سے انصافیوں‘ شفافیوں کا انکار! حضرت ابوبکرؓ نے وفات سے پہلے حضرت عمرؓ کو خلافت سونپنے کا ارادہ بتانے کو بلایا تو سیدنا عمرؓ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ سیدنا ابوبکرؓ نے انہیں تلوار کی دھمکی سنائی تو سیدنا عمرؓ کو قبول کرنے کا سوا چارہ نہ رہا۔!

یہ تو خلفائے راشدین کا عالم رہا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو جب بازو سے پکڑ کر منصب خلافت کے لیے منبر پر بٹھایا گیا تو وہ انا للہ پڑھے جا رہے تھے۔ اور جب خطاب فرمایا تو کہا: ”اے لوگو! مجھ سے پوچھے بغیر یہ ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال دی گئی ہے۔ میں نے تم لوگوں کی وہ بیعت جو تم نے میرے ساتھ کی تھی ختم کی۔ تم اپنے میں سے جسے چاہو چن لو“۔ اس پر سب لوگوں نے بیک زبان آپؒ کی خلافت کی تائید اور اسی پر اصرار کیا اور پھر باقی رات جائے نماز پر اللہ کے حضور جوابدہی کے خوف سے روتے گزری! علماء صلحاء کو قریب کیا۔ مفاد پرستوں‘ دنیاداروں کو خود سے دور کیا۔ عمر بن مہاجر سے کہا: تم مجھے حق سے ہٹتے دیکھو تو میرا گریبان پکڑ کر مجھے جھنجھوڑنا اور پوچھنا اے عمرؒ یہ کیا کرنے چلے ہو! اور جب دنیا سے عمر بن عبدالعزیزؒ رخصت ہوئے تو بچوں کو تنگ دست چھوڑ چلے۔ انہیں فرمایا: میرے بچو! میرے سامنے دو ہی رستے تھے۔ یا تو تمہیں مال دے کر خود جہنم میں چلا جاتا یا تم تنگ دست رہتے اور میں جنت میں چلا جاتا۔ میں نے تمہارے لیے فقر کو پسند کیا۔ اب اٹھ جاؤ‘ اللہ تمہاری حفاظت فرمائے اور تمہیں رزق دے۔ اور اللہ نے انہیں ان کے حصے کا وافر رزق خود عطا فرمایا! یہ آئینہ ہے لیکن اسلام صرف تقریری حوالوں

سے ہمارے ہاں باقی ہے! دکھ تو یہ ہے کہ پاکستان، ایٹمی قوت، اللہ سے کلمے کے وعدے پر حاصل کر کے ہم بدعہدی کے مرتکب ہوئے۔ آج ہمہ نوع بلائیں بدعہدی کی پاداش ہی میں ہیں۔ مالی بحران کے ساتھ پانی بجلی کا بحران، غیر معمولی گہری بلوچستان کی آگ اور بدترین انتشار۔ ہمیں امت کے مسلمانوں کے تحفظ کا محفوظ قلعہ بننا تھا۔ اس کا خواب ہماری آنکھوں میں یہ بستا تھا کہ جس طرح اسرائیل نظریاتی ملک یہودیوں نے (اگرچہ غاصبانہ قبضے سے) بنا کر دنیا بھر کے یہودیوں کا گھر اور پناہ گاہ اسے بنا دیا۔ پاکستان کو مسلمانوں کے لیے ماں کی گود کا سا بننا تھا مگر فلسطین تو کیا، ہم خود اپنی شہ رگ کشمیر اور مسلمانانِ بھارت پر اس وقت ٹوٹتی قیامت کے لیے کچھ بھی کرنے سے قاصر ہیں۔ خود پاکستان ہم سے سنبھالے نہیں سنبھل رہا۔ البتہ کرسی کے لیے عمران خان کا ''سری نگر'' ہائی وے پر جہاد (کشمیر؟) اور جانیں قربان کرنے کا اعلان!

بھارت مسلمانوں پر ہندوتوا کی جنونی کیفیت سے یوں ٹوٹ پڑا ہے کہ جان، مال، تعلیم، پردہ، عزت آبرو سبھی داؤ پر لگی ہے۔ اسرائیلی ماڈل پر، جو مسجد اقصیٰ اور فلسطین پر یہودی کر رہے ہیں وہی پالیسی بھارت کی ہے۔ کشمیر میں اکثریتی مسلم آبادی کو اقلیت میں بدلنے اور کشمیریوں سے زندگی اور راحت کی ہر رمق چھین لینے کے مقابل وہ تنہا پورے عزم سے اپنی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ان کی تنظیمیں، مدارس، مساجد، جماعتیں عزم راسخ سے مقابلہ کر رہی ہیں۔

پاکستان ہی منہ موڑے نہیں، مسلمانوں کا مرکز عقیدت سعودی عرب اس وقت پورے شد و مد سے بھارت کی اربوں ڈالر کی فلمی صنعت سے فلم سازی میں بھرپور تعاون لینے کی پینگیں والہانہ پن سے بڑھا رہا ہے۔ اس کے نتیجے میں بھارتی فلمیں سعودی عرب میں بھرپور جگہ بنا رہی ہیں۔ (ایسے میں بھارتی مسلمانوں یا کشمیریوں کی آہوں، کراہوں، غموں، دکھوں کا کیا ذکر!)

کہاں ہیں اہلِ فکر جن کی سوچ کے دھارے
میری مظلوم اس امت کا رخ بدل ڈالیں

ہماری دیگر تصانیف

قیمت	مصنف	نام کتاب
50روپے	چودھری رحمت علی	کتاب خلافت (پہلا ایڈیشن)
250روپے	چودھری رحمت علی	کتاب خلافت (دوسرا ایڈیشن)
50روپے	چودھری رحمت علی	جواز خلافت (اسلام انسانیت کا دین ہے)
50روپے	چودھری رحمت علی	خلافت ہمارے جملہ مسائل کا حل (کتابی شکل)
15روپے	چودھری رحمت علی	اسلام پر کیا گزری؟
20روپے	چودھری رحمت علی	شہادت علی الناس۔ ہمارا فرضِ منصبی
15روپے	پروفیسر عبدالجبار شاکر	خلافت راشدہ
20روپے	چودھری رحمت علی	عصرِ حاضر کے مسلمان اور اسلام
125روپے	مہندس محمد اکرم خان سوری	قرار دِ مقاصد میں وائرس
50روپے	ڈاکٹر نجم الدین	انسانیت کا دین؟ جمہوریت یا خلافت
250روپے	ڈاکٹر نجم الدین	الہ العالمین اور انسان

نوٹ:۔ پورا سیٹ -/800 روپے میں مہیا کر دیا جائے گا۔ ڈاک خرچہ بذمہ ادارہ

"سبق پھر پڑھ" کی جلدیں

جلد پنجم	جنوری 2005 تا دسمبر 2006
جلد ششم	جنوری 2007 تا دسمبر 2008
جلد ہفتم	جنوری 2009 تا دسمبر 2010
جلد ہشتم	جنوری 2011 تا دسمبر 2012
جلد نہم	جنوری 2013 تا دسمبر 2014
جلد دہم	جنوری 2015 تا دسمبر 2016

قیمت فی جلد -/250 روپے
ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

ملنے کا پتہ: دارالسلام واپڈا ٹاؤن، لاہور۔ فون 8425428 - 0300

Cell: 0300 - 8425428
Phone: 042 - 35187003
Fax: 042 - 35187003

Monthly
SABAQ PHIR PARRH
Lahore

Regd: CPL No. 91
Web: www.azmateislam.com
Email: khalafat@hotmail.com

ریاستِ مدینہ

حکومتِ وقت کی آج ریاستِ مدینہ کی طرز کی ریاست مسلمانانِ پاکستان بلکہ مسلمانانِ عالم کیلئے ایسی خوش کن صدائے سکون ہے کہ جس کی ٹھنڈک فرشتے بھی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسی خواہش کو وہ روح بھی محسوس کرتے ہونگے جو اللہ کے ہاں چلے گئے اس لیے کہ پاکستان کا وجود ہی اس غرض کیلئے معرضِ وجود میں آیا تھا۔ دعویٰ یہ کیا گیا تھا کہ ایک ایسی اسلامی ریاست کو معرضِ وجود میں لایا جائے گا جو قرآن وسنت کے کام کو بطور نمونہ کا پتہ دے گی۔

شاید یہ حقیقت ہمارے ذہن میں نہیں سماتی کہ ایسی ریاست صرف ایک ہی صورت میں وجود پذیر ہوسکتی ہے کہ انسان ساختہ آئین جو ہمارے ہاں اس وقت ہے کی بجائے قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنایا جائے۔ دورِ نبوت میں بھی مدینہ میں ایسی ریاست کبھی معرضِ وجود میں نہ آتی اگر 73ء کی طرح کا انسان ساختہ آئین بروئے کار لایا جاتا۔ دراصل مدینہ طرز کی ریاست کا نام لینے سے پہلے یہ اعلان ہونا چاہیے تھا کہ ہمارے ہاں مملکتِ عزیز میں قرآن وسنت بلکہ قرآن ہی آئینِ مملکت ہوگا کیونکہ قرآن میں خود سنت شامل ہے۔ اور تو اور محمد علی جناحؒ سے جب آئینِ پاکستان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں آئین چودہ سو سال پہلے کا یعنی قرآنِ مجید ہے۔ سخت غلطی پر ہے وہ جو ہمارے ہاں موجودہ یعنی اللہ ساختہ آئین کی بجائے انسان ساختہ آئین سے مدینہ کی سی ریاست قائم کرنے کی امید رکھے۔ قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنائے بغیر تا قیامت ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ سو بات کی ایک بات ہے۔ قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنائے بغیر مدینہ کی سی ریاست کو معرضِ وجود میں لانے کی خواہش ایسے ہی ہے جیسے کہ وضو کیے بغیر نماز کا ادا کرنا۔

الداعی الی الخیر:
تحریکِ عظمتِ اسلام دارُالسّلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور
فون: 0300-8425428, 0321-4114584